Al-Behishat Research Archive
ISSN Online: 3006-5224
ISSN Print: 3006-5216
Publisher: Al-Behishat Education & Research Institute
Journal Frequency: BI-Annual

"THE INTERNATIONAL RELATIONS OF ISLAMIC STATE: A RESEARCH REVIEW OF ANTONY BLACK AND DANIEL PIPES'S THOUGHTS"

"اسلامی ریاست میں بین الاقوامی تعلقات: اینٹونی بلیک اور ڈینئیل پائپس کے افکار کا تحقیقی جائزہ"

Kanwal Nawaz
Doctoral Candidate, Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur
Kanwal.nawaz1996@gmail.com
Laila-e-Dr. Umm
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur
ummelaila@gscwu.edu.pk

Al-Behishat Research Archive
https://al-behishat.rjmss.com/index.php/20/about

Abstract

The scenery of national and international relations of an Islamic state, according to Professor Antony Black and Daniel Pipes, reveals diverse yet interconnected perspectives. Professor Black emphasizes the role of Islamic principles, predominantly Shariah and justice, in shaping both domestic policies and international relations. According to Black, Islamic states intend to create peaceful and just relations with the outside world, guided by religious standards that prioritize sprite and cooperation. However, interior divisions and differing interpretations of Islam can complicate these relations. In contrast, Daniel Pipes adopts a more critical stance, highlighting the ideological and political divergences between Islamic states and the West. Pipes disagree that Islamic states often base their foreign policy on religious and doctrinal basics which can lead to clashes with Western secularism and international norms. For Pipes, the relationship between Islamic states and the broader global community is fraught with challenges, as Islamic states prioritize their religious identity in political and ambassadorial interactions, often ensuing in tensions with non-Islamic nations. Both scholars agree that Islamic states' national and international relations are severely prejudiced by the interaction of religion and politics, but they depart in their evaluation of the harmony or clash inherent in these relationships. Black emphasizes an impending for peaceful coexistence, while Pipes focus on the challenges and confrontation stem from ideological differences.

Key Words:
Islamic State, International Relations, Caliphate, Political Theory, Shariah, Global Politics, War, Radical Movements, Oriantalism.

تمہید:

جس طرح کوئی فرد اکیلا زندگی نہیں گزار سکتا، اسی طرح کوئی ریاست تنہا اپنا دفاع، معیشت، یا انتظامی ڈھانچہ قائم نہیں رکھ سکتی۔ ریاستوں کے باہمی تعلقات کو بین الاقوامی تعلقات کہا جاتا ہے۔ ہر ریاست اپنے نظریاتی، معاشی، جغرافیائی اور سیاسی پس منظر کی روشنی میں دیگر ریاستوں کے ساتھ تعلقات قائم کرتی ہے۔ اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات قرآن و سنت کی روشنی میں تشکیل پاتے ہیں، جن کی بنیاد عدل، امن، بقائے باہمی اور انسانی فلاح پر ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد میں دین اسلام کی تعلیمات کا پرامن نفاذ، داخلی طور پر عدل وانصاف کا قیام، اور خارجی سطح پر عالمی امن وسلامتی کا فروغ شامل ہے۔ اسلام کسی بھی قسم کی جارحیت یا ظلم کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ دیگر اقوام کے ساتھ خوشگوار اور پرامن تعلقات کو اہمیت دیتا ہے تاکہ دنیا میں مساوات اور انسانی حقوق کا تحفظ ممکن بنایا جاسکے۔

بین الاقوامی تعلقات کا پس منظر:

مغربی دنیامیں بین الاقوامی تعلقات کا تصور یورپ کے جاگیر دارانہ نظام کے بعد سامنے آیا۔ آسٹریلوی ماہر قانون ڈی ڈبلیو گریگ کے مطابق، جب قومیت اور طاقت کے تصور نے زور پکڑا تو ریاستوں کے درمیان تعلقات کے اصول وضع کیے گئے۔ اس ضمن میں 1925ء اور 1949ء کے جنیوا معاہدات اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی بنیاد پر اقوام متحدہ اور بین الاقوامی قوانین کے ادارے قائم ہوئے۔ اگرچہ جدید بین الاقوامی تعلقات کی تشکیل مغرب سے منسوب کی جاتی ہے، لیکن در حقیقت اس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے عمل سے رکھی گئی۔ آپ ﷺ نے اپنے دور کی غیر مسلم اقوام کے ساتھ امن، معاہدات، خطوط اور ایلچیوں کے تبادلے کے ذریعے بین الاقوامی تعلقات کی عملی مثالیں قائم کیں جو تا قیامت انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات کی اس اہمیت کے پیش نظر مغربی مستشرقین نے بھی اسلامی ریاست کے نظام پر مختلف آراء پیش کی ہیں۔ ان میں دو نمایاں نام پروفیسر اینٹونی بلیک اور پروفیسر ڈینیئل پائپس کے ہیں، جن کے افکار اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے مختلف نوعیت کے نکتہ نظر فراہم کرتے ہیں۔

مشہور مستشرقین کا تعارف:

پروفیسر اینٹونی بلیک:(Antony Black, 1966)

پروفیسر اینٹونی بلیک ایک ممتاز برطانوی سیاسی مبصر، مورخ اور مفکر ہیں جو سیاست، تاریخ اور تہذیب پر اپنی بصیرت افروز تحریروں کے باعث علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی شہرت کی بڑی وجہ اسلامی سیاسی فکر پر کیا گیا تحقیقی کام ہے۔ ان کی معروف کتاب **"The History of Islamic Political Thought: From the Prophet to the Present"** اسلامی ریاست اور اس کے سیاسی اصولوں کا جامع اور تاریخی جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی کتاب **"Islamic Political Thought"** میں بھی اسلامی نظامِ حکومت کی فکری بنیادوں کا گہرا تجزیہ موجود ہے۔ اینٹونی بلیک کا یہ نظریہ ہے کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل سیاسی نظام بھی ہے، جو مسلمانوں کو حکومت سازی کے اصول فراہم کرتا ہے۔ ان کے تجزیے مستشرقانہ انداز کے باوجود اسلامی سیاسی فکر کی گہرائیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔[1]

ڈینیئل پائپس:(Daniel Pipes, 1949)

ڈینیئل پائپس ایک معروف امریکی مورخ، مصنف اور سیاسی تجزیہ نگار ہیں۔ وہ "فارن پالیسی انسٹیٹیوٹ" کے بانی اور سابق ڈائریکٹر بھی رہ چکے ہیں۔ انہوں نے بھی اسلامی ریاست اور معاصر مسلم معاشروں پر مختلف تنقیدی و تحقیقی مضامین تحریر کیے ہیں، خاص طور پر فلسطین اور غزہ کی صورتحال پر ان کی تحریریں نمایاں ہیں۔ جن میں دو نمایاں کتب **"In the Path of God: Islam and Political Power"** اور **"Militant Islam Reaches America"** شامل ہیں۔ ان کتب میں وہ اسلام کو محض مذہب کے بجائے ایک سیاسی طاقت کے طور پر دیکھتے ہیں، جو عصر حاضر میں عالمی سیاست پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ ان کے نظریات

[1] https://www.antonyblack.co.uk/.

بعض اوقات متنازع بھی قرار دیے جاتے ہیں، لیکن ان کی تحریریں اسلامی ریاست اور اس کے بین الا قوامی تعلقات کے مغربی فہم کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔[2]

مندرجہ بالا دونوں مغربی مفکرین کے افکار کی روشنی میں اسلامی ریاست کے بین الا قوامی تعلقات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

بین الا قوامی تعلقات کا پس منظر:

عصر حاضر میں یہ تصور عام ہے کہ بین الا قوامی تعلقات کے قواعد وضوابط کی تشکیل و تدوین یورپ کا کارنامہ ہے مشہور آسٹریلوی محقق اور قانون دان ڈی ڈبلیو گریگ (D.W Greig) کے مطابق، یورپی جاگیر دارانہ نظام کے بعد جب قومی سطح پر طاقت کے تصور نے زور پکڑا تو اس کے بعد بین الا قوامی تعلقات کی ضرورت پیش آئی۔ اسی کے پیش نظر 1925ء اور 1949ء میں جینوا کے معاہدات سامنے آئے اور بعد میں انہیں معاہدات کی روشنی میں انجمن بین الا قوام اور اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا اور نتیجۃً بین الا قوامی (International Law Comission)کا قیام بھی ہوا۔[3]

عصر حاضر کے مطابق تو بین الا قوامی تعلقات کا آغاز یورپی نظام سیاست سے ہوا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے عہد کی دیگر اقوام کے ساتھ خط و کتابت اور معاہدات کے ذریعے تعلقات استوار کیے۔ آپ ﷺ کا یہ عمل تا قیامت سب اقوام کے لیے مشعل راہ ہے۔

بین الا قوامی تعلقات کا معنی و مفہوم:

بین الا قوامی تعلقات کے لیے آغاز اسلام سے لے کر عصر حاضر تک کے فقہائے کرام نے '**سیر**' کا لفظ استعمال کیا۔ جس سے مراد اسلامی ریاست کا دیگر اقوام، غیر مسلموں، اور دشمنوں کے ساتھ رویہ ہے۔ **محمد علی تھانوی** نے لفظ سیر کی تعریف یوں کی ہے:

"جمع سيرة والسيرة هي اسم من السير ثم نقل الى الطريقة ثمغلبت في الشرع على طريقة المسلمين في المعاملة مع الكافرين والباغين و غير هما من المستأمنين والمرتدين واهل الذمة، كذا فيالبرجندى و جامع الرموز"[4]

یعنی یہ اصطلاح مسلمانوں کے دشمنوں اور دیگر اقوام سے معاملہ کرنے کے طریقہ کار پر دلالت کرتی ہے۔ قانون بین الممالک کے حوالے سے ہر مفکر نے الگ الگ آراء کا اظہار کیا ہے کیونکہ بین الا قوامی تعلقات کا نفاذ ایک ایسا آئیڈیل ہوتا ہے جو انسانی تاریخ کے ہر مرحلہ میں لازم وملزوم رہا ہے۔ جبکہ اس کے علاوہ عصر حاضر کے فقہاء نے لفظ سیر کے ساتھ ساتھ اور بھی مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں جیسا

[2] https://en.m.wikipedia.org/wiki/Daniel_Pipes.

[3] وحبہ الزحیلی، مترجم، حکیم اللہ، بین الا قوامی تعلقات (اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، 2010ء)13۔

[4] علامہ محمد علی تھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (لبنان: س ن)56۔

کہ عربی میں **العلاقات،الدولته فی الاسلام القانون الدولی فی الاسلام** اور اردو میں قانون بین الا قوام، قانون بین الممالک اور انگریزی میں Islamic International Law کہا جاتا ہے۔[5]

یعنی بین الا قوامی تعلقات کا تعلق ان عوامل اور تحریکات سے ہے جو ان بنیادی یونٹوں پر اثر انداز ہوتے ہیں جن میں دنیا منقسم ہے۔

اسی طرح سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق:

> "International law means rules of the conducts of state in their mutual dealings."[6]

یہ تعریف اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ بین الا قوامی تعلقات ریاستوں کے باہمی روابط، لین دین، جنگ و امن، اور سفارتی معاملات پر محیط ہوتے ہیں۔

بین الا قوامی تعلقات کی نوعیت سیرت طیبہ کی روشنی میں:

ہر اصلاحی پروگرام اور دعوت کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ رسول ﷺ نے جب دعوت اسلام کا آغاز کیا تو وہ عربوں کے ساتھ بر سرپیکار رہے دوسری جانب مسلمانوں کو رومی اور ایرانی دو بڑی طاقتوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑا اور ایسی اندرونی و بیرونی کشمکش اقوام کے تعلقات پر بھی اثر انداز ہوتی ہے نتیجتاً جنگی صورتحال رونما ہوتی ہے۔اسی لیے اسلام نے حالت جنگ اور امن دونوں حالتوں میں بین الا قوامی تعلقات کے الگ الگ اصول بیان فرمائے ہیں جیسا کہ اسلام نے نظام سیاست کی بنیاد امن و امان اور خوشگوار تعلقات پر رکھی ہے اس لیے حالت جنگ ہو یا پرامن ماحول اسلام نے قومی اور بین الا قوامی تعلقات استوار کرنے کے لیے کچھ اصول مقرر کیے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا اسلامی ریاست کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ قدیم و جدید تاریخ دونوں اس بات کی گواہ ہیں کہ جنگ ہر زمانے میں انسان کے لیے معاشرتی حیثیت رہی ہے۔ بقول ابن خلدون

> "الحرب من طبيعة الإنسان، ولم تنجُ منها أمة ولا عرق."[7]

یعنی جنگ انسانی فطرت میں شامل ہے کوئی بھی قوم اور ریاست اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتی۔

لیکن ان افراد کی رائے کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا ہے (جیسا کہ ڈینئیل پائپس کا موقف ہے کہ اسلامی ریاست دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات میں طاقت کا استعمال کرتی ہے) بنیادی طور پر غلط ہے اس نظریے کی واضح تردید معروف مستشرق پروفیسر تھامس آرنلڈ (Professor Arnold 1864) نے کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ***The Preaching of Islam*** میں لکھتے ہیں:

> "There is the little evidence that Islam has advanced by force of arms but rather the contrary is the case, as evidence by the fact when Africa was divided the European powers, each power took the sword from the

---

[5] محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی) 7۔

[6] Muhammad Hamidullah, Muslim Conduct of State (Lahore: Kashmiri bazaar)2.

[7] عبد الرحمٰن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون (بیروت: طبع بالطبعۃ، 1886) 1/65۔

hands of the Muslim chieftains who came under them the fact that the propagation of Islamic succeeded the thereafter."[8]

"اس بات میں بہت کم حقیقت پائی جاتی ہے کہ اسلام اسلحے کے زور سے آگے بڑھا ہے بلکہ معاملہ اس کے بر عکس ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب افریقہ یورپی طاقتوں کے درمیان تقسیم ہو گیا ہر طاقت نے اپنے ماتحت آنے والے مسلمان سربراہوں کے ہاتھوں سے تلوار چھین لی تو حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد تبلیغ اسلام کو وہاں کامیابی ملی"

پروفیسر آرنلڈ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ اسلام طاقت کے بل بوتے پر پھیلا ہے کیونکہ قتال تو ایک ایسا وسیلہ تھا جو مسلمانوں کو اپنے تحفظ کے لیے استعمال کرنا پڑا اس کے علاوہ مسلمانوں نے کہیں بھی طاقت یا تلوار کا استعمال نہیں کیا سوائے اپنے دفاع کے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭوَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ"[9]

"اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔"

اگرچہ اسلام میں دفاعی حکمت کے لیے جنگ کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ مندرجہ ذیل اصول وضوابط کا بھی حکم ہے۔ یہ ایک ایسا قدرتی حق ہے جس کو بین الاقوامی قوانین اور انسانی رسم ورواج نے ماضی کے ساتھ ساتھ آج بھی تسلیم کیا ہے اس سے کوئی قانون مانع نہیں ہے جان ومال کی حفاظت کے لیے دفاعی حکمت عملی اپنانا بین الاقوامی تعلقات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

اسی تناظر میں ایک حدیث نبوی ﷺ ہے:

"والجهاد ماض منذ بعثني الله إلى ان يقاتل آخر امتي الدجال، لا يبطله جور جائر ولا عدل عادل والإيمان بالاقدار"[10]

"جہاد اس وقت سے جاری جب سے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے اور اس وقت تک جاری رہے گا جب میری امت کے آخری لوگ دجال سے لڑیں گے۔"

اہل مغرب کا اعتراض کہ اسلامی ریاست میں جہاد کے نام پر جنگ وجدل کا سلسلہ جاری ہے لیکن اس بات میں کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ جنگ وجہاد میں بہت فرق ہے اور اسلام میں جہاد کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ بھی امت مسلمہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے اہم کام ہے۔

---

[8]Thomas Arnold Walker, The preaching of Islam (London :1913)45.

[9]الحج(22):39۔

[10]ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، السنن ابو داود (بیروت، دار الفکر، 1414ھ) حدیث نمبر: 2532۔

اسلامی ریاست میں بین الاقوامی تعلقات: بین الاقوامی تعلقات کے مختلف پہلو اس بات کے متقاضی ہیں کہ ریاست اپنے اندرونی اداروں اور خارجی پالیسیوں میں ہم آہنگی پیدا کرے۔ اسلامی ریاست کے مسلم و غیر مسلم ریاستوں سے تعلقات مخصوص اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں، جنہیں روایتی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔[11]

1۔ مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات

2۔ غیر مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات

مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات:

اس وقت دنیا میں بہت سے مسلم ممالک موجود ہیں اس لیے ایک ہی اسلامی ریاست کا ہونا ناممکن ہے لہذا عالم اسلام کا فرض ہے کہ ان تمام ممالک کو ایک ہی ریاست میں پرو دیا جائے۔ اور موجودہ دور میں کسی بھی اسلامی ریاست کے خارجہ تعلقات کی بنیاد برادرانہ اور خوشگوار تعالقات پر ہونی چاہیے جبکہ عصر حاضر میں حالات بالکل اس کے الٹ ہیں جیسا کہ پروفیسر ڈینئیل کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست کے تعلقات کی بنیاد جغرافیائی اور مذہبی عوامل کی بنیاد پر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج شام، فلسطین اور غزہ میں مسلمان ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔[12]

غیر مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات:

غیر مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات کے تحت اسلام میں ان کے ساتھ موالات، دوستی اور محبت سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یَآ اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰٓی اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُہُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ ۗ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ"[13]

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے تو وہ انہیں سے ہے، اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا"۔

غیر مسلموں کے ساتھ ایسے تعلقات جس سے ایک مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان سے فرق مٹ جائے ایسے تعلقات سے اسلام نے منع کیا ہے جبکہ اس کے برعکس سیاسی سطح پر غیر مسلم ممالک سے خارجہ پالیسی کا تعین کرنے سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن تعلقات کی بنیاد اصولوں کے عین مطابق ہونی چاہیے۔

[11] وحبہ الزحیلی، بین الاقوامی تعلقات، 17۔

[12] مفتی تقی عثمانی،، اسلام اور سیاسی نظریات (کراچی، مکتبہ معارف القرآن، 2010ء) 330۔

[13] المائدہ (5) 51۔

اسلامی ریاست کے مغربی ریاست کے ساتھ تعلقات:

آج بازار سیاست اور کاروبار قانون میں جو سکہ رائج الوقت ہے وہ مغرب کے سیکولرازم اور لادینیت پر مبنی ایسا نظام ہے جس نے ریاست کی مذہبی، ثقافتی، تہذیبی اور اجتماعی زندگی کو مذہبی نظام سے بہت حد تک جدا کر دیا ہے۔ اسی لیے جمہوریت اور سیکولرازم کے اس دور میں ریاستوں کے مابین تعلقات میں بڑی تبدیلی آچکی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نائن الیون کے واقعہ نے نہ صرف اسلامی سیاست کے قومی بلکہ بین الاقوامی تعلقات کو بھی متاثر کیا بلکہ اس واقعہ نے اسلامی نظام سیاست کے خلاف محاذ آرائی کی حوصلہ افزائی کی جس کو اسلام اور مغرب کے درمیان تعلقات کو خراب کرنے کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔[14]

جبکہ بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں اپنے اصول، اقدار اور اہداف کے اعتبار سے اسلام آج بھی مکمل طور پر قابل عمل ہے اور کامیاب اور تعمیری خارجہ تعلقات کی راہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے بشرطیکہ مسلمان اسلام کے بتائے ہوئے جامع اور ہمہ گیر اصولوں پر عمل کریں اور انہیں اسلام کے دور اول سے متعلق اپنے فہم کو از سر نو مرتب کرنا اور اس کے مطابق مربوط طریقہ پر بین الاقوامی تعلقات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ملکی امن وامان اور ترقی کے لیے قومی تعلقات کا مضبوط بنیادوں پر استوار ہونا بہت ضروری ہے

بین الاقوامی تعلقات کے اہم اصول:

مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل پیرا ہو کر کوئی بھی ریاست اپنے معاملات کو مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار کر سکتی ہے۔

1۔عہد کی پاسداری:

قرآن میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ

"وَاَوْفُوْا بِعَہْدِ اللّٰہِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا"[15]

"اور جب تم عہد کرو تو اللہ کے عہد کو پورا کرو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو"

اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ قومی اور بین الاقوامی معاہدات کی پاسداری کرے، اس میں کسی قسم کی بھی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

2۔عدل وانصاف: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا"[16]

[14] Patricia Crone, The making of Islamic World (Cambridge:1979)120.

[15] النحل(16):94۔

[16] المائدہ(5):8۔

"اے ایمان والو انصاف کے ساتھ گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور تمھیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر نہ ابھارے کہ تم ان کے ساتھ ناانصافی کرو"

تاریخ گواہ ہے کہ جب جب حکمرانوں نے انصاف کا ترازو ہاتھ سے چھوڑا انہیں نہ صرف قومی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر بھی دھوکہ دہی اور فریب کا سامنا کرنا پڑا لہذا اسلام اپنے ماننے والوں کو تاکید کرتا ہے کہ ہر معاملہ میں انصاف کرو۔ عصر حاضر میں اسلامی ریاست کو صرف اپنے مفادات کی غرض ہے جس کی تکمیل کے لیے وہ دشمن قوم سے بھی دوستی کا ہاتھ بڑھا رہی ہے اور مظلوم قوموں کی مدد کے پس پشت ڈال چکی ہے یہی وجہ ہے کہ آج فلسطین اور غزہ جیسی مظلوم قوم غیروں کے سامنے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔

3۔ بین الاقوامی تعلقات میں خود مختاری کا تصور:

بین الاقوامی تعلقات کا اہم اصول خود مختاری ہے جس کی تائید قرآن مجید میں بھی کی گئی ہے وہ یہ کہ اسلامی ریاست کی خود مختاری کو مکمل تحفظ حاصل ہو کوئی بھی دوسری ریاست کسی ریاست کی خود مختاری کو نہ کم کر سکتی ہے اور نہ ہی اس پر غلبہ پانے کی جرات کر سکے کسی بھی ریاست کو اسلامی ریاست کے معاملات میں مداخلت مین اجازت نہیں ہوتی کیونکہ بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد تو عدل و انصاف، مشاورت، مساوات اور امن پر ہوتی ہے۔[17]

4۔ بین الاقوامی تعلقات اور معاہدات:

ریاستی معاملات میں معاہدات کو بڑی اہمیت حاصل ہے شریعت کی رو سے جنگ اور امن دونوں حالتوں میں دشمن کے ساتھ معاہدات کا جواز ثابت ہے اس کی حیثیت محض کاغذ کے ٹکڑے کی نہیں ہوتی بلکہ یہ ریاستوں کے مابین پائیدار امن و سلامتی کا بھی ضامن ہوتے ہیں اسی لیے اسلام میں عہد کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے آپ ﷺ نے تو اہل عرب کے ان معاہدات کے احترام کی بھی توثیق فرمائی جو جاہلیت میں انسانی بنیادوں پر کیے گئے تھے مثلاً

حلف الفضول کا احترام اسی لیے کہا گیا ہے کہ ریاستوں اداروں اور مختلف تنظیموں کے مابین معاملات کا زبردست تقاضا ہے کہ انہیں معاہدات کی صورت میں لایا جائے تاکہ وہ دوسری ریاستوں کے لیے بھی فائدہ مند ثابت ہو سکیں۔[18]

5۔ سفیروں کے تحفظ کی ضمانت:

اسلامی ریاست سفیروں اور قاصدوں کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ اگر کوئی حکومت و حکمران اس کی خلاف ورزی کرے تو ان کے خلاف کاروائی کی جائے عہد نبوی ﷺ میں جب رسول ﷺ کے سفیر کو شہید کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کا انتقام لینے کے لیے لشکر روانہ کیا۔ امام سرخسی لکھتے ہیں

---

[17] حامد سلطان، احکام القانون فی الدولی فی الشریعہ (لاہور: اردو بازار، س ن)106۔

[18] ابن کثیر، محمد بن اسماعیل (البدایہ والنہایہ (کراچی، اردو بازار، 1989ء)2/291۔

"المبعوث الذي يأتي من الطرفين (حتى في حالة الحرب) سيكون آمناً ومأموناً حتى من دون أخذ الأمان"[19]

اسلامی تعلیمات میں سفیروں کو ہر طرح سے تحفظ دیا گیا ہے نہ کہ انہیں قتل کرنے کا حکم۔ نبی ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے سفیروں کو قتل نہ کرنے کی یہی وجہ بیان کی:

"قال اما والله لولا ان الرسل لا تقتل لضربت اعناقکما"[20]

"اگر ایلچیوں کے قتل نہ کیے جانے کا اصول نہ ہوتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا"

اسی طرح رسول ﷺ نے بہت سے ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کر کے بہت سے مسائل کو حل کیا اس کی اہم مثال صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔

6۔ اسلام اور سیاست کا امتزاج:

اسلام نے جہاں معاشی و معاشرتی لحاظ سے انسانوں کی راہنمائی کی وہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ریاست کے اہم امور قومی اور بین الاقوامی تعلقات کے بارے میں بھی راہنمائی فرمائی ہے کیونکہ اسلام میں سیاسی نظام کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ لہٰذا اگر یہی معاملات (قومی اور بین الاقوامی تعلقات) اسلامی اصولوں کے مطابق نہ ہو تو سیاسی نظام نہ صرف قومی سطح پر بلکہ خارجی سطح پر بھی بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے اسی لیے قرآن کریم کی بہت سی ایسی آیات ہیں جن کا تعلق براہ راست داخلی اور خارجی تعلقات سے ہے۔

اسلام میں تعلقات کی بنیاد رنگ، نسل یا علاقائی تعصب نہیں بلکہ عقیدہ اور اخلاقی اصول ہیں۔ اسی لیے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی ریاست کے تعلقات کے اصول نہایت جامع اور انسان دوست ہیں، جو دنیا میں امن، انصاف، اور تعاون کو فروغ دیتے ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات اور پروفیسر اینٹنی بلیک (Anthony Black 1966) کے افکار:

پروفیسر اینٹنی بلیک ایک مشہور برطانوی ماہر تحقیق اور اسلامی نظام سیاست کے محقق ہیں بلیک اسلامی ریاستوں کے بین الاقوامی تعلقات اور عالمی سیاست میں بڑی گہرائی سے تحقیق کرنے والے مصنف ہیں۔ انہوں نے اسلامی ریاست کے تعلقات کو درج ذیل نظریات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

---

[19] محمد بن احمد سرخسی، شرح السیر الکبیر (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، س ن) 2/23۔

[20] ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، السنن ابو داود (بیروت، دار الفکر، 1414ھ) حدیث نمبر: 2761۔

1۔اسلامی سیاسی فکر کی نظریاتی اساس:

پروفیسر اینٹنی بلیک کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست کا تصور ایک خاص نظریہ پر مبنی ہے یعنی اسلامی ریاست کی بنیاد اسلامی قانون (شریعت) پر ہوتی ہے۔ان کے مطابق، اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت زیادہ تر اسلام کے سیاسی اصولوں پر مبنی ہے، جن میں عدل، شریعت، اور اسلامی معاشرتی اقدار شامل ہیں۔

2۔ریاست اور مذہب کا امتزاج:

اگرچہ اسلام میں ریاست اور مذہب ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں لیکن بہت سے مستشرقین کا کہنا ہے کہ ریاست اور مذہب دو جداگانہ چیزیں ہیں جبکہ معروف مستشرق اینٹنی بلیک کا نظریہ ان مستشرقین کے برعکس ہے ان کے مطابق اسلامی ریاست اور مذہب کے درمیان کوئی تفریق ممکن نہیں ہے ی کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے اہمیت کے حامل ہیں

> "There is no distinction between the Islamic state and religion; both are important to each other."[21]

بے شک اسلام میں مذہب اور سیاست کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں کیونکہ کسی بھی ریاستی نظام کی کامیابی کے لیے مذہبی اصولوں پر عمل پیرا ہونا بہت ضروری ہے اسی لیے ہر وہ نظام جس میں سیاست اور مذہب کو جداگانہ تصور کیا جاتا ہے وہ کبھی بھی ایک کامل ریاست نہیں ہوسکتی اس کی سب سے بڑی مثال مغربی نظام سیاست ہو جو خود تو ایک طاقتور نظام سمجھتا ہے لیکن وہ اندر سے ایک کھوکھلا نظام ہے۔

3۔طاقت کا غلبہ:

دنیا میں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمیشہ طاقتور کی ہی بات سنی جاتی ہے اور اسی کی رائے غالب ہوتی ہے ریاستوں کے مابین تعلقات ہوں یا جماعتوں اور افراد کے مابین ہمیشہ طاقت اور اقتدار کی ہی منطق کے زیر اثر رہتے ہیں اور یہ بات بھی اٹل ہے کہ دنیا میں دو ہی بڑی طاقتیں روس اور امریکہ ہی کی دنیا پر ہمیشہ سے سیاست و قیادت رہی ہے جبکہ اس کے برعکس مسلم ریاست جو خود حاکم اور محکوم کے درمیان پس رہی ہے وہ کیسے طاقت ور ہوسکتی ہے جبکہ پروفیسر اینٹنی بلیک کا ک بھی یہی سمجھنا ہے کہ اسلامی ریاست دیگر ریاستوں کے ساتھ تعلقات استوار کرتے وقت طاقت کا غلبہ استعمال کرتی ہے۔ اور مختلف ادوار میں مختلف طاقتوں کے درمیان کشمکش نے اسلامی ریاستوں کے تعلقات کو متاثر کیا ہے

4۔بین الاقوامی تعلقات میں شریعت کا کردار:

پروفیسر اینٹنی بلیک اسلامی ریاست اپنی داخلی سیاست اور بین الاقوامی تعلقات میں اسلامی قوانین (شریعت) کو مرکزی حیثیت دیتی ہے اور یہ تعلقات عموماً امن اور عدل کی بنیاد پر قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تاہم، اسلامی ریاستوں میں سیاسی اختلافات اور مختلف

---
[21] Black,The History of Islamic political,235.

فرقوں کی موجودگی بین الاقوامی تعلقات کو پیچیدہ بنا سکتی ہے۔

"The Islamic State places Islamic law (Sharia) at the center of its internal politics and international relations, and generally seeks to establish these relations on the basis of peace and justice."[22]

بلیک کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست کے قومی اور بین الاقوامی تعلقات کا تعین ہمیشہ مذہب، ثقافت اور تاریخی تجربات سے ہوتا رہا ہے۔

لہذا اس بات میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے کیونکہ اسلام نظام سیاست کی بنیاد ہی اسلامی عقائد اور تعلیمات پر رکھی گئی ہے۔

5۔اسلامی اور مغربی ریاست کے تعلقات:

اینٹنی کے مطابق اسلامی اور مغربی ریاست کے تعلقات میں تصادم اور پایا جاتا ہے کیونکہ اسلام میں تعلقات کی بناء پر دارالاسلام اور دارالکفر کی تفریق ہے جیسا کہ اینٹنی بلیک کا کہنا ہے۔

"In an Islamic state, relations are differentiated based on Darul Islam and Darul Kufr. International relations are based on Islamic ideologies and religious principles, while the Western system believes in liberalism and secularism. Therefore, it is possible to find complexity and conflict in the relations between the two."[23]

اگر بلیک کے نظریہ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات حقیقت ہے کہ مغربی اور اسلامی نظام سیاست میں بہت فرق ہے کیونکہ مغربی نظام نے سیکولرازم اور لبرل ازم کے نام پر بہت تبدیلیاں کی ہیں جنہیں اسلامی ریاست کو قبول کرنے میں وقت درکار ہے۔لیکن اگرچہ اسلامی اور مغربی نظام سیاست کی بنیادیں الگ الگ ہیں مگر جہاں ان دونوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں وہاں ان میں اشتراکیت بھی پائی جاتی ہے اور ویسے بھی عصر حاضر میں اسلامی نظام سیاست مغربی نظام جدیدیت کی ہر میدان میں پیروی کر رہا ہے۔

6۔اسلامی ریاست اور دفاعی جنگ:

مستشرقین کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست کے تعلقات کی بنیاد امن نہیں بلکہ جنگ ہے۔جبکہ ان کے برعکس پروفیسر بلیک کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست خارجہ پالیسی میں دفاعی جنگ کا حق رکھتی ہے جسے اسلام میں **"جہاد"** کا نام دیا جاتا ہے۔پروفیسر اینٹنی بلیک کا نظریہ جہاد کچھ اس طرح سے ہے۔

Jihad not merely as a call to arms but as a multifaceted concept encompassing spiritual struggle, ethics, governance and social justice. [24]

جیسا کہ عالمی طاقتوں نے ایک طویل عرصے سے دنیا کو یہ باور کروایا ہے کہ مسلمان جنگی جنون میں مبتلا ہیں اور اپنے مقدس جہاد کے ذریعے دنیا کا او سکون تباہ برباد کرر کھا ہے یہ وہ منفی پروپیگنڈہ ہے جو آج بھی جاری ہے۔جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کہ اگر دنیا میں

---

[22] Black,The History of Islamic political,165..
[23] Black,The History of Islamic political Thought,58.
[24] Black,The West and The Islam,210.

کوئی امن پسند مذہب ہے تو وہ اسلام ہی ہے اور دور جدید کا اہم تقاضا امن ہی ہے نہ کہ جنگ۔اور یہی وہ فلسفہ ہے جو نہ صرف مسلم اقوام کو بلکہ تمام عالمی برادری کو ایک دوسرے کے اور باہم مربوط کر سکتا ہے۔ اسی لیے بلیک کے مطابق جہاد کی محض دفاعی جنگ یاجارحانہ طور پر تشریح کرنا ناقص فہم کی علامت ہے۔

حاصل بحث:

دیگر مستشرقین کے برعکس پروفیسر انیٹنی بلیک کے نظریات اسلامی ریاست کے لیے منفرد ہیں وہ اسلامی ریاست کو صرف دشمنی کے تناظر میں نہیں لیتے اگرچہ انہوں نے اسلامی سیاست کے کئی پہلوؤں پر تنقید بھی کی ہے لیکن انہوں نے اسلامی نظام سیاست کو اچھے انداز میں بھی بیان کیا ہے ان کے مطابق اسلامی ریاست بین الاقوامی تعلقات میں امن وامان، مشترکہ معاہدات اور اسلامی اصولوں کے مطابق عمل پیرا ہوتی ہے۔

اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات اور پروفیسر ڈینئیل پائپس (Daniel Pipes 1949) کے نظریات:

ڈینئیل پائپس ایک معروف امریکی تاریخ دان اور اسلامی سیاسی نوعیت پر گہری بصیرت رکھنے والے سکالر ہیں۔وہ اکثر اسلامی اور مغربی نظام سیاست پر تبصرہ کرتے رہتے ہیں۔اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات کو ڈینئیل کے نظریات میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ بین الاقوامی تعلقات اور اسلامی عقائد:

پروفیسر پائپس کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاستیں اپنے عقائد اور مذہبی اصولوں کی بنیاد پر بین الاقوامی سطح پر تعلقات استوار کرتی ہیں جو کہ مغربی دنیا کے ساتھ تعلقات میں مشکلات کا سبب بن سکتا ہے۔ڈینئیل کا کہنا ہے کہ مسلمان دیگر مذہب کے لوگوں سے نہ صرف نفرت کرتے ہیں بلکہ اپنے مفاد کی خاطر ان سے ستم ظریفی سے برتاؤ کیا جاتا ہے بطور دلیل وہ لکھتے ہیں کہ ایک خاتون جو مصری ٹیلی ویژن پر براہ راست اعلان کرتی ہے کہ

> "She" hates Islam "and intends to become a Christian because of all the killings in which Muslims are involved. [25]

اگرچہ اسلام میں عقائد پر بہت زور دیا گیا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام زبردستی کا قائل نہیں ہے اور نہ ہی وہ ظلم وجبر کی تعلیم دیتا ہے کیونکہ اسلامی تعلقات کا بنیادی فلسفہ امن ہے نہ کہ مذہب اور اقوام سے نفرت اور دشمنی ہے۔

2۔جغرافیائی اور مذہبی عوامل:

ڈیئینئل کا ماننا ہے کہ اسلامی ریاست کا رویہ اکثر غیر لچکدار ہوتا ہے اور اس کے اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات زیادہ تر جغرافیائی اور مذہبی عوامل پر مبنی ہوتے ہیں اور چونکہ ان کی داخلی سیاست اور عقائد دیگر عالمی ریاستوں سے متصادم ہوتے ہیں اسی لیے

[25]Denial pipes,Islamism and The West(Wicked son,2023)48.

ان کے تعلقات میں تکرار اور تصادم پایا جاتا ہے جسے پائپس نے اپنی کتاب (Islamism and The West) میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"The Islamic State's international relations are largely based on geographical and religious factors, and since its internal politics and beliefs conflict with other global states, it is impossible to find stability in their relations."[26]

یہ حقیقت ہے کہ ہر ریاست کے تعلقات اپنے مذہبی اور جغرافیائی عوامل پر ہی منحصر ہوتے ہیں کیونکہ اگر اپنے عقائد اور جغرافیائی حالات کے برعکس تعلقات کا تعین کیا جائے تو وہ نہ صرف ریاست بلکہ قوم کے لیے بھی مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں۔

3۔طاقت کا غلبہ:

پروفیسر ڈینئیل پائپس اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اسلامی ریاست نے ہمیشہ تلوار / طاقت کے بل بوتے پر وسعت حاصل کی ہے ۔اسلام ایک توسیع پسندانہ ریاست ہے جو ہمیشہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر دیگر ریاستوں کے ساتھ تعاون کرنے کی بجائے ان پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی ہے اور اس کے لیے وہ تلوار کا استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی۔

"The Islamic State has always expanded by the sword/force. Islam is an expansionist state that always seeks to dominate other states by its own power rather than cooperating with them".[27]

جیسا کہ ڈینئیل کا کہنا ہے کہ اسلام طاقت کے بل بوتے پر اپنا سکہ منواتا ہے تو پھر آج کیوں بہت سے اسلامی ممالک (غزہ، فلسطین) ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور اسلامی ریاست کیوں اپنی طاقت کی بدولت ان کی مدد نہیں کر رہی۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام طاقت کی بدولت نہیں بلکہ قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی پھیلا ہے۔

4۔اسلامی ریاست اور جہاد:

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کا جھکاؤ ہمیشہ امن کی طرف رہا ہے نہ کہ جنگ کی طرف۔ جبکہ ڈینئیل کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست کے تعلقات کی بنیاد ہی جنگ پر ہوتی ہے جسے دفاعی جنگ کا نام دیا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقتاً یہ جہاد ہی کا دوسرا نام ہے جسے اسلامی ریاست صرف اپنی وسعت اور دوسری ریاستوں پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے استعمال کرتی ہے۔اور اسلام میں زکوۃ کے نام پر جو معاوضہ لیا جاتا ہے اسے بھی جہاد کے لیے وقف کیا جاتا ہے۔ڈینئیل کا جہاد کے بارے میں نظریہ اینٹی کے برعکس ہے جیسا کہتا ہے کہ

"Jihad has historically been understood within Islam as a communal obligation to expand Muslim territories, often through Warfare against non-Muslims."[28]

---

[26] Pipes,Islamism and the West,65.
[27] Pipes, In the path of God:Islam and political power(New York,2002)210..
[28] Pipes, In the path of God:Islam and political power40.

اگر اسلامی نظام سیاست کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بڑے احسن طریقہ سے واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں جنگ اور جہاد میں بہت فرق ہے جنگ تو اپنی ریاست اور سیاست کے دفاع کے لیے لڑی جاتی ہے اور جہاد کا حکم تو اسلام میں ہے امن کے لیے نہ کہ یہ دشمن قوم کے خلاف جنگ کے لیے ہے۔

5۔ذاتی مفادات کو ترجیح:

پروفیسر ڈینیل کا کہنا ہے چونکہ اسلام ایک خود مختار سیاسی قوت کے طور پر کام کرتا ہے اسی لیے اسلامی ریاست خود کو کسی بھی سپر پاور کے ساتھ منسلک نہ ہی کرنے کو ترجیح دیتی ہے اور جہاں تک بین الاقوامی تعلقات کا ذکر ہے تو اسلامی ریاستیں صرف اپنے مفادات کو ہی ترجیح دیتی ہیں۔

جہاں تک ذاتی مفادات کا تعلق ہے تو نہ صرف اسلامی ریاست بلکہ ہر ریاست اپنے اغراض و مقاصد کو ہی سامنے رکھ کر قومی اور بین الاقوامی تعلقات کا تعین کرتی ہے تو پھر اس معاملے میں اسلامی ریاست کو ہی کیوں سوالیہ نشان بنایا جاتا ہے۔

6۔دارالحرب اور دارالاسلام میں تعلقات:

ڈینئیل کا کہنا ہے اگر اسلام امن کا درس دیتا ہے تو پھر اسلامی ریاست دارالاسلام کے اندر اور باہر کی جنگ میں فرق کیوں کرتے ہیں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف لڑنا غلط سمجھتا ہے جبکہ غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کرنے میں انہیں کوئی قباحت نہیں ہوتی جبکہ پائپس کی اس بات کا جواب تو قرآن نے ان الفاظ میں دیا ہے۔

حکم ربانی ہے۔

"يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ"[29]

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے ساتھ تعلقات اور دوستی میں اسلام نے واضح اصوُل دیئے ہیں جن کی بدولت ہی اسلامی ریاست دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات استوار کر سکتی ہے۔

7۔اسلامی ریاست اور اسلامیزم:

پروفیسر پائپس نے اسلامی ریاست کو اسلامیزم کے طور پر بیان کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اسلامیزم ایک روحانی نہیں بلکہ ایک سیاسی ایجنڈا ہے جس پر اسلامی ریاست کے تعلقات کی بنیاد ہے۔کیونکہ اسلامی ریاست کا اہم مرکز ہی Islamism ہے۔اور یہی مرکز مغربی نظام سیاست کے لیے خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے۔

---

[29] المائدہ(5)51۔

"Islamism as a modern, radical political ideology that seeks to implement a strict interpretation of Islamic law (Shari'ah) across all aspects of life" [30]

اسلامیزم تو ایک جدید سیاسی نظریہ ہے جو مغربی کے نظام جدیدیت اور سیکولرازم نظام کی مخالفت کرتا ہے اسی لیے مغربی نظام کو اپنی مرکزی حیثیت کھونے کا ہر وقت خدشہ رہتا ہے اسی لیے وہ تھنک ٹینک کی بدولت عالم اسلام نظام جدیدیت کی بدولت اپنا دھاوا بولنے کی ہر ممکن کوشش میں لگے ہیں۔

حاصل کلام:

پروفیسر پائپس اسلامی ریاست کے بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت کو زیادہ تنقیدی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاستوں میں داخلی نظام اور خارجہ پالیسی میں کئی تضادات موجود ہیں۔ پائپس کے مطابق، اسلامی ریاستیں بعض اوقات مذہب کے نام پر اپنے بین الاقوامی تعلقات کو مخصوص نظریاتی بنیادوں پر استوار کرتی ہیں، جو کہ دنیا کے باقی حصوں کے ساتھ تصادم کا باعث بن سکتی ہیں۔ ان کے نزدیک، اسلامی ریاستیں مغربی ریاستوں سے مختلف انداز میں بات چیت کرتی ہیں، کیونکہ ان کا داخلی نظام اور عالمی سیاست کے حوالے سے نظریہ مختلف ہوتا ہے۔ پائپس کا کہنا ہے کہ اسلامی ریاست اپنے عقائد اور مذہبی اصولوں کی بنیاد پر بین الاقوامی سطح پر تعلقات استوار کرتی ہے جو کہ دیگر ممالک کے ساتھ مشکلات کا سبب بنتا ہے۔

خلاصہ بحث:

پروفیسر اینٹنی بلیک اور ڈینئیل پائپس دونوں کے نظریات میں کچھ مشترکات ہیں۔ دونوں کا خیال ہے کہ اسلامی ریاست کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے اور اس کے قومی اور بین الاقوامی تعلقات کا تعین بھی مذہبی اصولوں سے ہوتا ہے۔ تاہم، دونوں کے نظریات میں کچھ اختلافات بھی ہیں۔ بلیک کا خیال ہے کہ اسلامی ریاست دوسری ریاستوں کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ اسلام کے مفادات کو مقدم رکھتی ہے، جبکہ پائپس کا خیال ہے کہ اسلامی ریاست ایک توسیع پسندانہ ریاست ہے جو ہمیشہ اپنی سرحدوں کو پھیلانے کی کوشش کرتی ہے۔ پروفیسر اینٹنی بلیک اور ڈینئیل پائپس دونوں کے نظریات میں کچھ صداقت ہے۔ اسلامی ریاست کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے اور اس کے قومی اور بین الاقوامی تعلقات کا تعین بھی مذہبی اصولوں سے ہوتا ہے۔ تاہم، یہ بھی سچ ہے کہ اسلامی ریاست ایک سیاسی اکائی ہے اور اس کے اپنے مفادات بھی ہوتے ہیں۔ علاوہ بر آں، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسلامی ریاست کوئی جامد تصور نہیں ہے۔ مختلف زمانوں اور مختلف حالات میں اسلامی ریاست کی نوعیت اور اس کے قومی اور بین الاقوامی تعلقات میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیہیں۔ اس لیے، اسلامی ریاست کے قومی اور بین الاقوامی تعلقات کا مطالعہ کرتے وقت تاریخی اور سیاسی سیاق وسباق کو بھی مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

[30] Pipes,Militant Islam reaches America (New York,2002) 25.

سفارشات:

1۔ اسلامی ریاست کو چاہیے کہ بین الاقوامی سطح پر تعلقات قائم کرتے ہوئے قرآن وسنت کی تعلیمات کو مد نظر رکھا جائے۔

2۔ حکمرانوں کو چاہیے کہ ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دی جائے۔

3۔ مستشرقین کے اسلامی ریاست پر جو اعتراضات ہیں انکے دفاع میں مختلف کانفرنسز اور پروگرام منعقد کی جائیں۔

4۔بقول پروفیسر ڈینئیل اور بلیک اسلامی ریاست طاقت کے بل بوتے پر تعلقات قائم کرتی ہے تو اسلامی ریاست کو چاہیے کہ اس بات کو دلائل کے ساتھ رد کرے کیونکہ اسلامی ریاست طاقت کے برعکس امن کی بدولت پروان چڑھتی ہے۔

5۔ اسلامی ریاستوں کو اپنے داخلی تعلقات میں شریعت کے اصولوں کے مطابق حکومتی ڈھانچہ تشکیل دینے کے ساتھ ساتھ عالمی تعلقات میں بھی لچکدار پالیسی اپنانی چاہیے تاکہ عالمی سطح پر ان کے مفادات اور تعلقات بہتر ہوں۔

6۔اسلامی ریاستیں عالمی سطح پر امن وسکون کی فضا قائم کرنے کے لیے نہ صرف مسلم بلکہ غیر مسلم ممالک کے ساتھ بھی زیادہ تعاون اور مذاکرات کو فروغ دیں تاکہ اقتصادی، ثقافتی اور سائنسی ترقی کی راہ ہموار ہو۔

7۔اسلامی ریاست میں مذہب اور سیاست کے تعلقات کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم بنانے کے لیے مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔